قرآنی سیرت کے فوائد و لطائف: صفوۃ التفاسیر کا اختصاصی مطالعہ

An Exclusive Study of the Qur'anic Sirah-Related Insights and Subtleties in "Safwat al-Tafasir"

Maria Khalid
Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt Associate College for (W) Kallar Syedan, Rawalpindi. mariasaqib111@gmail.com

ABSTRACT

The Holy Quran is a message of guidance for all mankind. The life of beloved Prophet Muhammad (peace be upon him) serves as its practical interpretation. As the Sunnah holds a central place in understanding the Qur'an, it plays a significant role in Qur'anic exegesis. Among modern Arabic Tafasir, "Safwat al-Tafasir" by Muhammad Ali al-Sabuni stands out for its balanced and comprehensive approach. The final section of this tafsir, titled "Al-Fawa'id wal-Lata'if", includes interpretive reflections and benefits derived from Qur'anic verses. Some of these benifits and subtleties pertain to aspects of the Prophetic Seerah, encompassing topics such as worship, social dealings, ethical conduct, methods of da'wah, initiating religious guidance within the family, the Prophet's admonition to the Jews regarding their distortions, fear of Allah, contemplation, humility, forgiveness, asceticism, piety and the significance of lawful sustenance for the acceptance of supplications.This article offers a specialized analytical study of the Seerah-related benifits and subtleties found in Safwat al-Tafasir, employing principles of Qur'anic exegesis and Seerah studies to highlight their contemporary relevance.Its methodology takes into account the principles of Qur'anic exegesis and the principles of Seerah, and its style is analytical and research-based.

Keywords: *Safwat al-Tafasir, Sabuni, Quranic Sirah,Insights, Subtletis, Analytical Study*

تمہید

قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے پیام رشد و ہدایت ہے۔اس کتاب مقدس کی تعلیم کے لیے معلم کائنات جناب نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ قرآن کی عملی تفسیر پیش کرتی ہے، چونکہ سنت نبویہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے لہذا قرآن کریم کی تفسیر کے لیے قرآن کے بعد سنت نبویہ نہایت اہم ماخذ کا درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مومنین کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا گیا ہے اور جا بجا اللہ رب العزت کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے ہر دور میں مختلف زبانوں میں قرآن کریم کی بے شمار تفاسیر لکھی ہیں انہی میں سے دور جدید کی عربی زبان میں لکھی جانے والی ایک تفسیر "صفوۃ التفاسیر" کے نام سے موسوم ہے جو محمد علی صابونی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ منقولات اور معقولات کی جامع یہ تفسیر نہ زیادہ اختصار اور نہ ہی زیادہ طوالت کا شکار ہے بلکہ متوسط انداز میں لکھی گئی ہے جو بہت سی قدیم اور جدید تفاسیر کا مجموعہ ہے۔ اس تفسیر کو سات اسالیب کے تحت مرتب کیا گیا ہے جن میں سے آخری اسلوب "الفوائد واللطائف" ہے جس میں قرآنی آیات سے تفسیری فوائد اور لطائف کو مختلف صورتوں اور طریقوں کے تحت اخذ کیا گیا ہے ان میں سے بعض فوائد اور لطائف سیرت النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ جو عبادات، معاملات، حسن معاشرت، اخلاقیات، اسلوب دعوت و تبلیغ، اہل خانہ سے دعوت دین کی ابتدا، یہود کی تحریفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو تنبیہ کرنا، خشیت الٰہی، تفکر و تدبر، عاجزی وانکساری، عفو و درگزر، زہد و تقویٰ، قبولیت دعا میں رزق حلال کی اہمیت و ضرورت، مخالفین کا محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی حقانیت کا اعتراف اور غزوات میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کی جانثاری کے مظاہر پر مشتمل ہیں۔ اس آرٹیکل میں صفوۃ التفاسیر میں مذکور قرآنی سیرت کے فوائد و لطائف کا اختصاصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے منہج میں اصول تفسیر اور اصول سیرت کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اس کا اسلوب تحقیقی و تجزیاتی ہے۔

تعارف مفسر

آپ کا نام محمد علی اور آپ کے والد کا نام شیخ محمد جمیل الصابونی الحلبی ہے۔[1] جو شام کے مشہور شہر حلب کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ محمد علی الصابونی شام کے شہر حلب میں 1930ء میں پیدا ہوئے۔[2]

ابتدائی تعلیم کی تحصیل والد محترم شیخ محمد جمیل سے کی پھر دینی اور عصری دونوں علوم کی ایک ساتھ تحصیل کی اور جامعہ الازہر سے کلیۃ الشریعہ کی سند حاصل کی نیز شہادۃ العالمیہ فی تخصص القضاء الشرعی کی سند بھی جامعۃ الازہر ہی سے حاصل کی۔[3]

آپ نے نہایت عظیم اور متبحر علماء سے کسب فیض کیا. آٹھ سال تک آپ حلب میں ہی شعبہ تدریس سے منسلک رہے پھر سعودی عرب میں جامعہ ام القری میں بطور مدرس بھیج دیے گئے اور 28 سال وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ علمی اور تحقیقی کام سے گہری وابستگی اور شغف کی بنا پر آپ کو جامعہ ام القری کی جانب سے مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی میں بطور محقق مقرر کر دیا گیا۔[4]

تالیفات

محمد علی صابونی کی چند معروف تالیفات درج ذیل ہیں:

من كنوز السنة دراسات ادبيه ولغوية من الحديث شريف، المواريث في الشريعة الإسلامية

على ضوء الكتاب والسنة،النبوة والانبياء،روائع البيان في تفسير آيات الأحكام في القرآن، شبهات وأباطيل حول تعدد زوجات الرسول صلى الله عليه وسلم،مختصر تفسير ابن كثير في ثلاثة مجلدات،التبيان فی علوم القرآن۔[5]

وفات

آپ 19 مارچ 2021ء ترکی کے شہر یلوفا میں تقریبا 90 سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔[6]

تعارف تفسیر

اس تفسیر کا نام "صفوۃ التفاسیر" رکھا گیا صفوۃ کا معنٰی ہے منتخب و پسندیدہ، خالص چیز، خلاصہ۔ خلیل بن احمد الفراہیدی "کتاب العین" میں لکھتے ہیں:

"الصفو نقيض الكدر،وصفوة كل شيئ خالصه وخيره"[7]

("الصفو" گندگی کا متضاد ہے اور "صفوۃ" ہر چیز کا خالص اور بہترین حصہ ہے۔)

شیخ صابونی لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر اختصار و ترتیب اور وضاحت و بیان کے ساتھ بڑی تفصیلی کتب تفاسیر کو جامع ہے اسی وجہ سے میں نے اپنی اس کتاب کا نام "صفوۃ التفاسیر" رکھا ہے۔"[8]

خصوصیات تفسیر

تفسیر ھذا میں آیات قرآنیہ کی قرآن، حدیث، صحابہ کے اقوال اور تابعین کے اقوال کے تحت تفسیر کی گئی ہے۔ نیز متقدمین اور متاخرین کی تفاسیر سے استفادہ کے ساتھ ساتھ تفسیر بالرائے محمود کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔

صفوۃ التفاسیر کے فوائد و لطائف میں مباحث سیرت

محمد علی صابونی کی تفسیر سات اسالیب پر مشتمل ہے۔ان میں سے ساتواں اسلوب آیات کریمہ کے فوائد اور لطائف کے بیان پر مشتمل ہے۔ان میں سے بعض فوائد اور لطائف جناب محمد رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت طیبہ سے متعلق ہیں۔ سیرت کے ان مباحث کا تحقیقی جائزہ درج ذیل نکات کی صورت میں مذکور ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل منافقین سے اجتناب کا سبب اور عفو و درگزر

جناب خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام فیصلے اور اقدامات حکمت و بصیرت اور فہم و فراست پر مبنی ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے منافقین کی منافقت سے واقفیت کے باوجود ان کے قتل کا حکم نہ دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾[9]

(ان کے دلوں میں مرض ہے پس اللہ نے ان کا مرض زیادہ کر دیا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کو (بذریعہ وحی) بخوبی جاننے کے باوجود بھی قتل نہ کرنے کی علت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کا اس الزام کی شہرت کو ناپسند کرنا تھا کہ لوگ نبی کریم علیہ الصلواۃ والسلام کے متعلق یہ کہنے لگیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کا قتل کر ڈالتے ہیں۔

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

"حكمة كفه ---- يقتل أصحابه"[10]

(اللہ کے رسول کی منافقین کو قتل نہ کرنے کی حکمت، باوجود یہ کہ وہ کافر تھے اور نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام ان میں سے بعض کے بارے میں جانتے بھی تھے،۔۔۔۔۔۔"مجھے یہ ناپسند ہے عرب یہ بات کریں کہ محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔")

بخاری شریف کی روایت درج ذیل ہے:

"فقال النبي صلى الله عليه وسلم:لايتحدث الناس أنه كان يقتل اصحابه"[11]

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں ہونا چاہیے لوگ کہیں محمد اپنے لوگوں کو مار دیتے ہیں۔)

دوسری وجہ ان منافقین کا اپنی زبان سے اسلام کا اظہار کرنا تھا حالانکہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام جانتے تھے کہ ان کے قلوب ان کی زبانوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری احوال کا اعتبار کرتے ہوئے کلمہ پڑھ لینے کی بنا پر ان کو قتل کرنے سے اجتناب کیا۔

مسلمانوں کو ظاہر کے مطابق حکم صادر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کوئی شخص جب تک بظاہر کلمہ گو ہے اس کے متعلق سوء ظن رکھتے ہوئے اسے کافر قرار دینے یا اس کے قتل کا فتوی دینے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے حلیہ مبارک سے متعلق یہود کی تحریف

اہل کتاب نے نفسانی خواہشات کی تکمیل میں اپنی آسمانی کتابوں میں تغیر و تبدل اور تحریف سے کام لیا اور ان کی اصلیت اور حقانیت کو مسخ کر ڈالا۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ﴾[12]

(اور تحقیق ان میں سے ایک جماعت ایسی تھی جو اللہ کے کلام کو سنتی تھی پھر اسے تبدیل کر ڈالتی تھی)

علماء یہود نے تورات میں دو طرح سے تحریف کی، تاویل فاسد اور اللہ کے کلام کو دوسرے کلام سے تبدیل کرنا۔ جو نہایت مذموم عمل ہے۔ جیسا کہ تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں یہود نے تحریف کی۔ تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ ہو سکے۔

علامہ ابو السعود اس بارے میں لکھتے ہیں:

"قال العلامة أبو السعود: روي أن أحبار اليهود --------فعمدوا إلى صفة النبي ﷺ في التوراة وكانت هي فيها "حسن الوجه، حسن الشعر، أكحل العينين، ربعة" فغيروها وكتبوا مكانها "طوال، أزرق، سبط الشعر" فإذا سألهم سفلتهم عن ذلك قرؤوا عليهم ما كتبوا فيجدونه مخالف لصفته عليه السلام فيكذبونه"[13]

(علامہ ابو السعود نے کہا: "روایت کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ آئے تو علماء یہود۔۔۔۔۔۔ محمد علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی ان صفات کو جو تورات میں لکھی ہوئی تھیں، جن میں "حسن الوجہ، حسن الشعر، أکحل العینین، ربعۃ" یعنی نبی ﷺ حسین چہرہ والے، بال خوبصورت، آنکھیں سیاہ، اور قد درمیانہ تھا، کو تبدیل کر ڈالا۔ اور ان کی جگہ "طوال، أزرق، سبط الشعر" یعنی نبی ﷺ لمبے قد والے، نیلی آنکھوں

والے، اور سیدھے بالوں والے ہیں، لکھ دیا۔ پھر جب ان سے ان کے عام لوگوں نے (اس رسول سے متعلق) سوال کیا، تو انہوں نے جو لکھا تھا وہی ان کو پڑھ کر سناتے تھے۔ پھر جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات کے مخالف پاتے تو ان کو جھٹلا دیتے تھے۔)

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"فإنه روي أن من صفاته فيها أنه أبيض ربعة فغيروه بأسمر طويل وغيروا آية الرجم بالتسخيم وتسويد الوجه"[14]

(روایت کیا گیا تھا کہ وہ سفید رنگت والے درمیانے قد کے تھے لیکن انہوں نے ان کو سیاہ رنگت اور طویل قد میں تبدیل کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے رجم کی آیت کو بھی چہرے کے سیاہ کرنے کے طریقے سے تبدیل کر دیا۔)

یہود کی جھوٹی اور خودساختہ تمناؤں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرزنش کرنا

یہود نے اپنے بارے میں، خوش فہمیاں، جھوٹی تمنائیں اور آرزوئیں پال رکھی تھیں قرآن کریم ان کی تردید کرتا ہے۔

کما قال تعالیٰ:

﴿وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾[15]

(اور ان میں ایسے ناواقف لوگ بھی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر تمنائیں، اور نہیں ہیں وہ لوگ مگر محض گمان رکھتے ہیں)

صاحب صفوۃالتفاسیر اس سے متعلق صحیح بخاری کی روایت ذکر کرتے ہیں:

" روى البخاري عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه قال:---- ثم قال لهم" هل أنتم صادقي -----نعم ------ فقالوا : نكون فيها يسيراً ثم تخلفونا فيها، -------أَبَدا"[16]

(امام بخاری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:..... پھر محمد علیہ الصلواۃ والسلام فرمانے لگے میں اگر تم سے ایک سوال کروں تو کیا تم مجھے سچا جواب دو گے ؟وہ کہنے لگے اے ابو القاسم! جی ہاں۔ کیونکہ اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جیسا کہ آپ نے ہمارے باپ کے متعلق ہمارے جھوٹ کو جان لیا تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا آگ والے کون ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم اس کے اندر کچھ عرصہ ہی رہیں گے پھر تمہی لوگ اس میں ہمارے پیچھے رہو گئے۔ رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام فرمانے لگے تم لوگ ہی ذلیل ورسوا ہوگے اللہ کی قسم ہم کبھی بھی تمہاری جگہ دوزخ میں نہیں رہیں گے)

یہود نے اپنے من میں بہت سی جھوٹی امیدیں اور خیال پال رکھے تھے جبکہ اللہ جل شانہ نے حصول جنت کو ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ دائمی کامیابی اور جنت کے حصول کے لیے محض خوش فہمیاں اور جھوٹی تمنائیں پال لینا دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔

اہل ایمان کو حسن ادب کی تلقین

مسلمانوں کو حسن ادب کی تعلیم دی گئی ہے اور محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے ذو معنی الفاظ کے استعمال سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے تاکہ وہم اور شک و شبہ کا ازالہ ہو سکے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا﴾[17]

(اے مومنو! "راعنا" نہ کہو بلکہ "انظرنا" کہو اور سنتے رہو)

اس آیت میں رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کے لیے "راعنا" کا لفظ موہومہ استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں اچھے اور برے دونوں طرح کے معانی پائے جاتے ہیں اور اس کے مقابل "انظرنا" کا لفظ کہنے کا حکم دیا گیا ہے. معلوم ہوا کہ دوسرے کی تعظیم و تکریم اور محبت اور مودت کے مقام پر تنقیص و تحقیر کے الفاظ موہومہ سے اجتناب نہایت ضروری ہے۔

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

"نهي المسلمون---- التي توهم الجفاء أو التنقيص في مقام يقتضي إظهار المودة أو التعظيم"[18]

(مسلمانوں کو اللہ کے رسول سے مخاطب ہونے کے لیے "رَاعِنَا" کہنے کی ممانعت کی جارہی ہے اور اس کی بجائے "اُنْظُرْنَا" کہنے کا حکم دیا گیا۔ اس میں ایک خوبصورت ادب کی طرف متنبہ کرنا مقصود ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی گفتگو میں ایسے الفاظ سے اجتناب کرے جو سختی یا تنقیص کا وہم پیدا کرتے ہیں، بالخصوص ایسے مقامات پر جو محبت اور عظمت کا تقاضا کرتے ہوں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی گواہی

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شرف اور سعادت ہے کہ یہ امت قیامت کے دن باقی امتوں پر گواہی دے گی۔

﴿ لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾[19]

(تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تمہارے اوپر گواہ بن جائیں)

اس حوالے سے علامہ طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وكذلك جعلناكم امة وسطاً عدولاً، لتكونوا شهداء لأنبيائي ورسلي على أممها بالبلاغ، أنها قد بلغت ما أمرت ببلاغه من رسالاتي إلى أممها، ويكون رسولي محمد صلى الله عليه وسلم شهيداً عليكم، بإيمانكم به وبما جاءكم به من عندي"[20]

(اور ایسے ہی ہم نے تمہیں ایک متوسط اور معتدل امت بنایا، اس لیے کہ تم میرے نبیوں اور رسولوں پر ان کی امتوں پر (اللہ کا) پیغام پہنچادینے کے حوالے سے گواہ بنو۔ کہ انہوں نے اپنی امتوں تک میرے وہ پیغامات پہنچا دیے جس کو پہنچانے کا ان کو حکم دیا گیا تھا اور میرا رسول محمد ﷺ تم پر گواہ بن جائے، کہ تم اس پر اور میرے جو احکامات وہ لے کر آئے اس پر ایمان لائے)

حدیث شریف میں آتا ہے:

" وعن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:------ شهيداً".[21]

(ابو سعید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلا کر کہا جائے گا: آپ کو جو پیغام دیا گیا تھا کیا آپ نے وہ پہنچا دیا؟ وہ کہیں گے: جی (پہنچا دیا)۔ پھر ان کی قوم سے سوال کیا جائے گا: کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں پیغام پہنچایا تھا؟ وہ بولیں گے: ہمارے پاس تو کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ پھر نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا جائے گا: اس بات کی گواہی کون دے گا؟ وہ فرمائیں گے: رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام اور ان کی امت۔ یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مفہوم ہے۔۔۔۔ "اور رسول تم پر گواہ ہوں۔")

اس پر فتن دور میں امت محمدیہ اپنے مقام سے یکسر گر چکی ہے۔امت روز بروز زوال کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ "وھن" کی بیماری عام ہو گئی ہے۔ دین سے تعلق مضبوط کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ "خیر الامۃ" کے خطاب والی یہ امت اپنے مرتبہ و مقام کو پہچان کر اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی کھوئی ہوئی طاقت، عزت و مرتبت بحال کر سکتی ہے۔

اہل کتاب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد کی طرح پہچاننا

اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعے محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے ظاہری اور باطنی اوصاف کو بخوبی جانتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے بوجہ عناد اور ضد آپ کی رسالت کا انکار کیا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾[22]

(وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی اس کو یوں پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کی پہچان رکھتے ہیں)

عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا تم محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی اولاد جیسا پہچانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا جی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ پہچانتے ہیں۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"روی ان عمر بن الخطاب قال لعبداللہ بن سلام:اتعرف محمدا کما تعرف ولدک؟قال نعم واکثر،بعث اللہ امینہ فی سماءہ الی امینہ فی ارضہ بنعتہ فعرفتہ وابنی لا ادری ما کان من امہ"[23]

(روایت میں آتا ہے کہ عمر بن خطاب عبداللہ بن سلام سے کہنے لگے کیا تم اللہ کے رسول کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ، اللہ نے آسمان کے امین کو زمین کے امین کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے ساتھ بھیجا، پس میں نے ان کو پہچان لیا جبکہ میں اپنے بیٹے کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ اپنی ماں سے ہے یا نہیں۔)

اہل کتاب جناب محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے بیٹوں جیسا پہچانتے تھے۔ لیکن محض اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور بغض و عناد کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ آیت کریمہ میں بیٹوں کو بیٹوں کی حیثیت سے پہچاننا مراد نہیں ہے (کیونکہ بیوی پر خیانت کا احتمال بھی ہو سکتا ہے) بلکہ شکل و صورت کے اعتبار سے پہچان مراد ہے. کیونکہ جس بیٹے کو باپ بچپن سے پالتا ہے اس کی شکل و صورت میں شبہ واقع نہیں ہو سکتا۔

معلوم ہوا کہ اہل باطل کی اکثریت دین حق کی معرفت اور اس کے روز روشن کی طرح عیاں ہونے کے باوجود اس سے انحراف محض انا، بغض، ضد اور عناد کی وجہ سے کرتی ہے جو سراسر تباہی اور نقصان کا باعث ہے جیسے اہل کتاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو بخوبی جاننے کے باوجود حق سے اعراض کیا۔

مستجاب الدعوات بننے کا نبوی نسخہ

رزق حلال اور اعمال صالحہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن میں رسولوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے اور اعمال صالحہ کا ؟کم ایک ساتھ دیا گیا ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾[24]

(اے انسانو! زمین میں سے حلال اور پاک اشیاء کھاؤ)

حضرت سعد نے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا میرے لیے دعا کیجیے کہ میں مستجاب الدعوات بن جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کھانا حلال کر لو تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔

علامہ صابونی اس سے متعلق درج ذیل حدیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں:

" عن ابن عباس قال:۔۔۔۔ فَالنَّارُ أولى به"[25]

عبداللہ بن عباس سے روایت کی گئی ہے فرماتے ہیں: یہ آیت محمد علیہ الصلواۃ والسلام کے سامنے تلاوت کی گئی: "اے لوگو! کھاؤ زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے "تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: "یارسول اللہ! اللہ کے حضور دعا کیجیے کہ وہ مجھے ایسا بنادے کہ میری دعائیں قبول ہوں۔" نبی علیہ الصلواۃ والسلام فرمانے لگے: "اے سعد! اپنا کھانا پاکیزہ رکھو، تمہاری دعاوں کو قبولیت ملنے لگے گی۔۔۔۔۔۔۔ بے شک آدمی جب لقمہ حرام اپنے پیٹ میں داخل کرتا ہے اس سے چالیس روز تک اس کی کسی عبادت کو مقبولیت نہیں ملتی اور جس بندے کا جسم مال حرام اور سود سے پرورش پاتا ہے، اس کے واسطے آگ زیادہ مناسب ہے۔)

غیر شرعی اور غیر قانونی ذرائع سے حاصل ہونے والا مال و دولت اور آمدنی (جیسے سود، قمار بازی (جوّا)، لاٹری، عوامی اور سرکاری اداروں میں رشوت کا عام ہونا، ملاوٹ، خیانت، دھوکہ دہی، چوری وڈاکا زنی، حرام اشیاء کی خرید و فروخت، ناپ تول میں کمی، انٹرنیٹ میں فراڈ، فیک کمپنیاں وغیر ذلک دور حاضر میں بکثرت رائج ہو کر نہایت سنگین صورت اختیار کر چکی ہیں جو متعدد دنیاوی اور اخروی نقصانات کی حامل ہیں لہٰذا سیرت طیبہ کے زریں اصولوں سے ان کا تدارک بہت ضروری ہے۔

سلاطین کے نام دعوتی خطوط میں حکیمانہ انداز

محمد علیہ الصلوۃ والسلام نے متعدد سلاطین کو دعوتی خطوط ارسال فرمائے، ہرقل شاہ روم کے نام جو خط لکھا اس میں درج ذیل آیت کو بطور استشہاد لکھوایا جس میں مخاطب کی توجہ کے حصول کے لیے حکمت و بصیرت کے ساتھ دونوں کے مابین متفق بات یعنی توحید سے ابتدا کی گئی۔

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾[26]

(فرمادیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمہ کی جانب آجاؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے)

اس حوالے سے علامہ صابونی رقم طراز ہیں:

"کتب ----إلی هرقل --- فیها إخلاص الدعوة لعبادة الله وحده"[27]

(اللہ کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام نے شاہ روم ہرقل کی طرف خط لکھا جس میں اس کو اسلام کی طرف دعوت دی اور اس میں آیت کریمہ کے ساتھ استشہاد پیش کیا جس میں خالصتاً اللہ وحدہ کی عبادت کی طرف دعوت تھی)

تفسیر ابن کثیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کے بارے میں مذکور ہے:

"عن ابن عباس--- مُسْلِمُوْنَ)آل عمران،64:3

(ابن عباس سے مروی ہے وہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس قصے سے متعلق جب وہ قیصر روم کے پاس حاضر ہوئے پھر آپ علیہ الصلواۃ والسلام کا خط لایا گیا قیصر روم نے پڑھا اس میں یہ درج تھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روم کے عظیم بادشاہ ہرقل کی طرف، سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ امابعد! اسلام قبول کر لو سلامتی مل جائے گی۔ اور اسلام قبول کر لو اللہ تعالیٰ تم کو اس کا دہرا اجر دے گا۔ اگر تم نے اعراض کیا تمہیں تمہاری عوام کا گناہ بھی ملے گا (اور یہ آیت درج تھی) کہہ دیجئے اے کتاب والو! اس کلمہ کی جانب آؤ----- گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔)

مذکورہ فائدے سے دعوت و تبلیغ کا ایک اہم اصول مترشح ہوتا ہے کہ جب مختلف المذاہب و مختلف العقائد لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو دعوت کی ابتدا میں کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو دونوں کے مابین یکساں ہو اور جس پر دونوں متفق ہوں۔ دعوت کے اس اسلوب سے مخاطبین کی توجہ حاصل کرنے میں معاونت ملتی ہے اور وہ داعی کی بات سننے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ دور حاضر میں بھی اس اسلوب دعوت کو اختیار کرنے سے اللہ کی مدد اور نصرت کے ساتھ بہترین نتائج کی فراہمی کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

غزوہ احد میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت

غزوہ احد کا واقعہ ذکر ہو رہا ہے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان شیر دل صحابہ میں سے تھے جنہوں نے غزوہ احد میں ثابت قدمی دکھائی اور پیش قدمی کرتے ہوئے تلوار لے کر دشمنوں کے مدمقابل مردانہ وار جنگ لڑی حتیٰ کہ شہادت سے سرفراز ہوئے

﴿ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ﴾[28]

(تم میں سے کوئی دنیا کو چاہتا ہے اور تم میں سے کوئی آخرت کو چاہتا ہے)

۔ حضرت انس بن نضر اور دیگر جانثار صحابہ کرام کے لیے ہی قرآن پاک میں ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ﴾ کے الفاظ نازل کیے گئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

"عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ:---- فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ، ------قَالَ أَنَسُ فَوَجَدْنَا بِهِ بضعًا وثمانين ضربة بالسيف أو طعنة برمح، أَوْ رَمَيَّةٌ بِسَهُم وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قَتلَ وقد مثل به المشركون، فما عرفه أحد إلا اخته ببنانه قال أنس كنا نرى او نظن أن هذه الآية نزلت فيه وفي أشباهِه"[29]

(انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ تو جب یوم احد آیا،۔۔۔۔۔ حضرت انس نے فرمایا ہم نے ان کے جسم پر تلوار، تیر اور نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم پائے۔ وہ شہید کر دیے گئے اور مشرکین نے ان کی لاش کا مثلہ کیا۔ کسی نے بھی ان کو نہ پہچانا سوائے ان کی بہن کے، انہوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔ حضرت انس نے فرمایا: ہم سمجھتے ہیں یا ہمارا گمان ہے کہ یہ آیت ان کے بارے میں یا ان سے ملتے جلتے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔)

دین اسلام میں جہاد اور قتال کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی اور فتنہ و فساد کا خاتمہ ہے۔ جہاد کسی بھی قسم کے جارحانہ اور انتہا پسندانہ عزائم اور مقاصد کے لیے نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جہاد و قتال مطلوب ہے وہ مخصوص شرائط، آداب، اور حدود و قیود کے ساتھ مختص ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کے جانثار صحابہ نے جہاد فی سبیل اللہ کی بہترین عملی تصویر امت کے سامنے پیش کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تفکر و تدبر

اللہ تعالی کی تخلیق میں غور و فکر انسان کو اللہ کی معرفت اور قرب عطا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں انسان کو بارہا تفکر و تدبر کی طرف مائل کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾[30]

(بے شک ارض و سماء کی پیدائش میں اور لیل و نہار کے مختلف ہونے میں یقیناً عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کا کوئی عجیب واقعہ دریافت کیا گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی پاک علیہ الصلواۃ والسلام کی رات کی عبادات و مناجات اور آہ و زاری کا ایک واقعہ بیان کیا۔ جس میں درج بالا آیت مبارکہ کے نزول کا ذکر بھی موجود ہے۔

ذیل میں روایت نقل کی جاتی ہے:

عن عطاء، قال: دَخَلْتُ أَنَا وَعُبَيْدُ بنُ عُمَيْرٍ عَلَى عَائِشَةَ، قال ابن عمير : أَخْبِرِينَا بِأَعْجَب شَيْءٍ رَأَيْتِهِ مِنْ رسُولِ اللهِ ۔۔۔۔ فیها[31] ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾آل عمران،190:3

(حضرت عطا سے روایت ہے فرمایا میں اور عبید بن عمیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ ابن عمیر بولے ہمیں اللہ کے رسول کی زندگی سے متعلق کوئی عجیب قصہ بیان کیجیے۔۔۔۔۔ تو رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر اس آیت کا نزول ہوا ہلاکت ہے اس پر جو اسے پڑھے اور پھر اس میں غور و فکر نہ کرے۔ آیت: بے شک ارض و سماء کی تخلیق میں۔۔۔۔۔۔ الخ)

موجودہ دور میں جہاں سائنسی تحقیقات ہمیں کائنات کی حقیقت کو سمجھنے میں نئے زاویے فراہم کرتی ہیں وہیں اسلامی تعلیمات ان سائنسی حقائق کو اللہ کی قدرت کی نشانیوں کے طور پر دیکھنے کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کرنے سے انسان کا اللہ پر ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے اور انسان اپنا مقصد حیات سمجھ کر اپنی زندگی اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گزارنے کی کوشش کرتا ہے اور انسان کو معرفت الٰہی کا نور عطا ہوتا ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت اور نبی کریم علیہ الصلواۃ والسلام کی گریہ وزاری

قرآن پاک کا صوتی اعجاز نہایت تاثیر کا حامل ہے جو قارئین اور سامعین قرآن پر رقت طاری کر دیتا ہے۔

﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾[32]

(تو کیا حالت ہو گی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والے کو لے کر آئیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا بنا کر لائیں گے۔)

علامہ صابونی اس آیت کے ذیل میں بطور فائدہ درج ذیل روایت ذکر کرتے ہیں جس میں رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تلاوت سنانے کی فرمائش کی۔ ذیل میں وہ حدیث درج کی جاتی ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابن مسعود۔۔۔۔ قَالَ فَقَرَأْتُ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا۔۔۔الخ قَالَ لِي كُفَّ أَوْ أَمْسِكْ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَذْرِفَانِ"[33]

(ابن مسعود سے مروی ہے انہوں نے کہا رسول اللہ فرمانے لگے: "میرے سامنے قرآن پڑھو"..... پھر میں نے سورۃ النساء کی تلاوت کا آغاز کیا حتیٰ کہ جب میں یہاں پہنچا: "تو اس وقت کیا حالت ہو گی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا لے کر آئیں گے الخ۔۔۔ تو رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا: "رک جاؤ" میں نے دیکھا کہ رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے)

آیت مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ بروز قیامت ہر امت کا نبی اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کے کفار و مشرکین کی نافرمانیوں سے متعلق بطور گواہ پیش ہوں گے۔ اس آیت مبارکہ کی تلاوت سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آخرت کا منظر مستحضر ہو گیا جس کی بنا پر آپ کی آنکھوں سے اشک بہ پڑے۔ تلاوت قرآن کے وقت یہی استحضار مطلوب ہے۔

یہ آیت ایک لحاظ سے ختم نبوت کی دلیل بھی بنتی ہے کیونکہ اس میں تمام نبیوں کی گواہی کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کی گواہی مذکور ہے، اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو اس کی گواہی کا آپ کے بعد ذکر کیا جاتا۔ لیکن ایسا قطعاً نہیں ہے۔

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر دلیل

بعثت سے پہلے بھی کفار مکہ محمد علیہ الصلاۃ والسلام کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے آپ کے اس پاکیزہ کردار نے آپ کی رسالت کی حقانیت کو ثابت کر دیا۔

﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾[34]

(میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کا ایک بڑا حصہ رہ چکا ہوں)

رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی قبل از نبوت بھی کفار مکہ کے سامنے روز روشن کی طرح واضح اور عیاں تھی کفار بھی آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو اسلام کی حقانیت بیان کرتے ہوئے اپنی زندگی کی مثال دے کر سمجھایا کہ میں تمہارے درمیان عمر کا ایک طویل عرصہ گزار چکا ہوں کیا تم نے مجھے اس سے پہلے کوئی شعر و سخن کہتے سنا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اب میں کیسے خود سے قرآن گھڑ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ کر ہی مخاطب آپ کی بات کا یقین کر لیا کرتا تھا یہ الگ بات ہے کہ منکرین نے جانتے بوجھتے ہوئے

آپ کی رسالت کا انکار کیا۔ مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا لیکن اس کو دیکھ کر ہی لوگوں نے اس کا جھوٹا ہونا جان لیا اور صادق المصدو وعلیہ الصلواۃ والسلام اور اس کذاب کے مابین نمایاں فرق ملاحظہ کیا جیسا کہ دن کے اجالے اور رات کی تاریکی کا فرق ہوتا ہے، کیونکہ حق اور باطل کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"فقد أيقن بصدقه صلوات الله وسلامه عليه بما رأى وشاهد--- كانت بديهته تاتيك بالخبر"[35]

(تحقیق انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر یقین کیا اس وجہ سے جو انہوں نے دیکھا اور دلائل کا مشاہدہ کیا جو ان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے، جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر ان میں واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو ان کی ابتدائی شخصیت ہی تمہارے پاس سچائی کی خبر لے آتی")

ترمذی شریف میں عبداللہ بن سلام کی روایت مذکور ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ--- فَلَمَّا اسْتَثْبَتُّ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ---الخ"[36]

(عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہتے ہیں رسول پاک جب مدینہ آئے تو..... میں نے ان کے چہرہ مبارک کو اچھی طرح دیکھ لیا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ ہرگز نہیں ہو سکتا..الخ)

کسی شخص کو عہدہ یا منصب دینے سے پہلے اس کی سابقہ زندگی کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے اگر اس کی پچھلی زندگی میں صداقت وامانت موجود ہو تو امید کی جا سکتی ہے کہ عہدہ مل جانے کے بعد بھی وہ سابقہ روش پر قائم رہے گا بصورت دیگر اس کا اعتبار کرنا بہت سے مفاسد کو جنم دے گا۔ دور حاضر میں اس اصول کو اپنا کر متعدد مسائل کا تدارک ممکن ہے۔

حسن اخلاق کی تعلیمات پر اکثم بن صیفی کی رائے

قرآن کریم وہ اجمالی کتاب ہے جس کی آیات مختصر لیکن معانی میں علوم کا گہرا سمندر موجود ہے جو قاری قرآن کو اعجاز القرآن کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرواتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾[37]

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں)

یہ آیت مبارکہ قرآن پاک کی آیات میں سے سب سے زیادہ جامعیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں بنیادی تعلیمات اسلام جمع کر دی گئی ہیں۔ دور اسلاف سے دور حاضر تک جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں بھی اسی آیت کو پڑھنے کا معمول ہے۔ تاکہ سامعین کو اوامر الٰہی اور نواہی سے باخبر کیا جا سکے۔ اس آیت میں تین اوامر اور تین نواہی کو بڑی خوبصورتی سے جمع کیا گیا ہے جن پر عمل پیرا ہونا امت کی دنیاوی اور اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ علامہ ابن کثیر اس بارے میں ایک روایت ذکر کرتے ہیں:

"عن علي بن عبد الله بن عمير ----- فانتدب رجلان -----ثم تلا عليهم هذه الآية اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ------ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ)النحل،90:16-------فلما سمعهن أكثم قال : إني أراه يأمر بمكارم الأخلاق ، وينهى عن ملائمها ، فكونوا في هذا الأمر رؤوسا ولا تكونوا فيه أذنابا"[38]

(علی بن عبداللہ بن عمیر نے اپنے والد سے روایت کیا کہتے ہیں: اکثم بن صیفی کو جب محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے ظاہر ہونے کی خبر ملی تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے اسے اس کام سے روک دیا۔۔۔۔۔۔تو اس نے دو آدمیوں کو روانہ کیا وہ دونوں شخص آپ کے پاس آئے اور بولے: ہم اکثم بن صیفی کے بھیجے ہوئے ہیں اور وہ آپ سے سوال کرتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: بہر حال میں کون ہوں تو میں محمد عبداللہ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔ فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔۔۔۔تاکہ تم نصیحت پاؤ"۔۔۔۔۔۔۔اکثم نے جب اس بات کو سنا تو کہا: میں سمجھتا ہوں وہ بہترین اخلاق کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے تو تم اس (قبول حق) میں رئیس کی حیثیت اختیار کرنا اور پیچھے رہ جانے والوں کی طرح نہ ہو جانا۔)

اہل خانہ سے دعوت دین کی ابتدا

دین کے مبلغین اور داعیان کے لیے سب سے پہلے اپنی ذات اور پھر اپنے اہل خانہ کو دین کی تبلیغ کرنا ضروری ہے یہ طریقہ کار مطالعہ سیرت میں نہایت خوبصورتی سے واضح ہوتا ہے۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾[39]

(اے نبی! فرما دیجئے اپنی ازواج، اپنی بنات اور مومنوں کی خواتین کو کہ وہ اپنے اوپر اپنی اوڑھنیاں تھوڑی سی نیچے لٹکا لیں)

آیت مبارکہ میں اللہ کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں کو پردے کا حکم دیجئے۔ آیت کریمہ میں بالترتیب پہلے ازواج مطہرات، پھر بیٹیوں اور آخر میں مومن عورتوں کا تذکرہ ہے۔ یہ ترتیب اشارہ کرتی ہے کہ داعی کو چاہیے وہ دعوت دین کا آغاز اپنے گھر اور اپنے اہل وعیال سے کرے۔ اور پھر باقی لوگوں کو دین کی طرف بلائے۔ جیسا کہ بعثت کے ابتدائی زمانے میں اللہ کے نبی کو حکم ملا کہ اپنے اقرباء کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور انہیں اللہ کا پیغام سنایا۔

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾[40]

(اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے)

علامہ صابونی لکھتے ہیں:

" أشارت الآية الكريمة (قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ)الاحزاب،59:33 إلى لطيفة وهي أن الدعوة لا تثمر إلا إذا بدأ الداعي بها في نفسه وأهله، وهذا هو السر في البدء بالحجاب الشرعي بنساء الرسول وبناته."[41]

(آیت کریمہ میں ایک لطیف بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعوت تبھی فائدہ مند دیتی ہے جب داعی اپنے آپ سے اور اپنے گھر والوں سے اس کا آغاز کرے اور یہ وہ راز ہے جو ازواج النبی و بنات النبی سے حجاب کی ابتداء کرنے میں ہے۔)

آیت مبارکہ میں امہات المومنین، بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلم خواتین کو عمومی طور پر پردے کا حکم دیا گیا تا کہ ان کا وقار اور آبرو سلامت رہے موجودہ دور میں نوجوان عورتوں کا پردہ کے احکامات پر عمل پیرا نہ ہونا انتہائی تشویش ناک ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ علیہ الصلواۃ والسلام کے صحابہ کا جذبہ ایثار

صحابہ کرام میں ایک دوسرے کے لیے جذبہ ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کا مظاہرہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں جابجا دکھائی دیتا ہے۔

﴿ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾[42]

(اور وہ خود حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں)

صاحب صفوۃ التفاسیر اس آیت کے ضمن میں ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں ایک صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایثار نہایت خوبصورتی سے واضح ہوتا ہے۔

بخاری شریف میں آتا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ------مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيفُ هَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ أَنَا ..... إِذَا أَرَادُوا عَشَاءً فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا--- فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللَّهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمْ الْمُفْلِحُونَ"[43]

(ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے ایک آدمی محمد علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا------انہوں نے فرمایا: کون شخص اس کی ضیافت کرے گا تو انصار میں سے ایک شخص کہنے لگا میں---------جب انہوں نے رات کے کھانے کا ارادہ کیا تو ان کی بیوی نے کھانا تیار کیا اور چراغ بجھا دیا------ صبح جب وہ آپ کے پاس گئے تو آپ علیہ الصلواۃ والسلام فرمانے لگے: اللہ جل شانہ تمہارے رات کے عمل پر ہنسے یا تم دونوں کے معاملے کو پسند کیا اور اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اور وہ خود حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اور جو بخل سے بچا لیے گئے تو وہی کامیابی پانے والے ہیں۔)

عام طور پر کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دینے کو ایثار کا نام دیا جاتا ہے۔ جبکہ ایثار کا مفہوم اور مواقع بہت وسیع ہیں روزمرّہ کے کئی امور اور معاملات ایثار کے زُمرے میں آتے ہیں۔ اگر ہم ان معاملات میں حسن نیت کے ساتھ تھوڑی سی توجّہ اور تحمّل کا مظاہرہ کریں تو ایثار کے اَجرِ عظیم کے حقدار بن سکتے ہیں۔

روز قیامت نعمتوں کے بارے میں سوال

انسان دنیا میں بے شمار نعمتوں سے استفادہ کرتا ہے لیکن شکر گزاری کا جذبہ بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے نعمت چاہے چھوٹی ہو یا بڑی قیامت کے دن اس سے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾[44]

(پھر تم لوگوں سے اس دن ضرور بضرور نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔)

قیامت کے دن انسان سے ہر نعمت کے متعلق سوال کیا جائے گا چاہے وہ جسمانی نعمت ہو یا روحانی نعمت، ضرورت زندگی سے متعلق ہو یا عیش و راحت والی ہو۔ حتّٰی کہ ٹھنڈے پانی، درخت کے سائے اور راحت بھری نیند کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ صاحب صفوۃ التفاسیر سے اس آیت سے متعلق ایک روایت منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دن اللہ کے پیارے رسول علیہ الصلواۃ والسلام شدت بھوک سے گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرات شیخین کو دیکھا کہ وہ بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو ساتھ لے کر ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے ان صحابی نے آپ کو دیکھا تو نہایت مسرت کا اظہار کیا اور کھانا اور کھجوریں پیش کیں پھر آپ نے فرمایا: کہ روز قیامت تم لوگوں سے ان نعمتوں سے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا۔

مسلم شریف کی روایت ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ----- هَذَا النَّعِيمُ"[45]

(ابوہریرہ سے مروی ہے فرمایا: ایک دفعہ رات یا دن کو اللہ کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام باہر تشریف لائے ------- تم سے ضرور اس نعمت سے متعلق بازپرس ہوگی۔ بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا پھر تم واپس نہیں گئے حتیٰ کہ تمہیں یہ نعمت مل گئی۔)

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"یعنی تم سب سے قیامت کے روز اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کے متعلق بازپرس ہوگی کہ تم نے ان کا شکر ادا کیا اور ان کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا؟"[46]

انسان پر اللہ سبحانہ و تعالی کی اس قدر نعمتیں ہیں جنہیں شمار کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ اللہ تعالی کی نعمتوں کی قدردانی، درجہ اعتدال میں ان کا استعمال اور نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنے میں ہی دنیوی و اخروی فلاح مضمر ہے اور قناعت کے حصول میں معاون ہے۔ نیز ان نعمتوں میں ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کو اپنے ساتھ شامل کرنا قیامت کے دن حساب کتاب میں یقیناً آسانی کا باعث بنے گا۔

خلاصہ بحث

شیخ محمد علی صابونی نے بہت سی کتب تصنیف کیں جن میں سے "صفوۃ التفاسیر" دور حاضر کی ایک اہم عربی تفسیر ہے جو نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ تفسیر قدیم اور جدید تفاسیر سے مزین ہے جو طوالت اور اختصار کے بین بین معتدل انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ تفسیر سات اسالیب پر مشتمل ہے جن میں سے ایک اسلوب "الفوائد واللطائف" ہے۔ علامہ صابونی نے اپنی تفسیر میں قرآن پاک کی تمام سورتوں کے تفسیری فوائد اور لطائف ذکر نہیں کیے بلکہ 30 سورتوں کے 225 تفسیری فوائد اور 36 سورتوں کے 62 تفسیری لطائف بیان کیے ہیں۔ مذکورہ فوائد و لطائف کسی ایک خاص موضوع

سے متعلق نہیں ہیں بلکہ متعدد و متنوع موضوعات کے حامل ہیں۔ جو تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے دونوں اقسام سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی میں سے ایک موضوع سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ شیخ محمد علی الصابونی نے کچھ ایسے فوائد اور لطائف بھی ذکر کیے ہیں جو اللہ کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ جیسے عبادات، معاملات، اخلاقیات، حکمت و بصیرت کے ساتھ تبلیغ الہیٰ، سلاطین کے نام دعوتی خطوط، خشیت الہیٰ اور تفکر و تدبر، جانی دشمنوں کا بھی آپ کی حقانیت کا اعتراف کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اور یہود کا اس میں تحریف کرنا، حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تلقین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی، انکساری اور عفو و درگزر وغیرہ، جو مختلف کتب تفاسیر اور احادیث سے ماخوذ ہیں۔ قرآن کریم میں سیرت النبی کی ان مبارک اور خوبصورت تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کرنے کی جابجا تلقین کی گئی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہی حب الہیٰ، حب رسول اور دارین کی فلاح کا حصول ممکن ہے۔

نتائج بحث

اس مطالعہ سے حاصل ہونے والے نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

- صفوۃ التفاسیر دورِ جدید کی عربی زبان میں لکھی گئی ایک بہترین تفسیر ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔
- اس تفسیر کو سات اسالیب کے تحت مرتب کیا گیا ہے جن میں سے ساتواں اسلوب "الفوائد واللطائف" ہے۔
- صفوۃ التفاسیر کے مؤلف محمد علی الصابونی نے پورے قرآن کی مکمل سورتوں کے فوائد و لطائف بیان نہیں کیے بلکہ کچھ سورتوں کے تفسیری فوائد جو 225 اور کچھ سورتوں کے تفسیری لطائف جو 62 ہیں، بیان کیے ہیں۔
- یہ فوائد و لطائف متعدد و متنوع موضوعات کے حامل ہیں۔
- ان فوائد و لطائف کو مختلف طریقوں اور صورتوں کے تحت اخذ کیا گیا ہے جن میں سے ایک طریقہ قرآنی سیرت سے متعلقہ فوائد و لطائف کا ذکر کرنا ہے۔
- مذکورہ فوائد و لطائف میں قرآنی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جو عبادات، معاملات اخلاقیات، معاشرت، غزوات اور اسلوب دعوت و تبلیغ وغیرہ پر مشتمل ہیں۔
- قرآنی سیرت پر مشتمل یہ فوائد و لطائف زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
- صفوۃ التفاسیر کے قرآنی سیرت پر مبنی فوائد و لطائف مختلف کتب تفاسیر اور کتب احادیث سے اخذ کیے گئے ہیں۔
- سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مبارک تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کرنا بطور مسلمان ایک اہم دینی فریضہ ہے جو دنیوی و اخری کامیابیوں کے حصول کا ضامن ہے۔

References

1 ۔ الرومی، فہد بن عبد الرحمن، اتجاهات التفسیر فی القرن الرابع عشر (بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالہ، 1997ء) ص: 446

2 ۔ الدمشقی، العلی، محمد بن ایوب یحییٰ، التحریر المیسر، (س-ن)، 15

3 ۔ ایضاً، ص:14،15

4 ۔ ایضاً، ص:15

5 ۔ الرومی، فہد بن عبدالرحمن، اتجاہات التفسیر فی القرن الرابع عشر، (بیروت، لبنان، مؤسسۃ الرسالہ، 1997ء)2:46

6 ۔ شبکۃ شام، اخبار سوریہ، 19مارچ، 2021ء

7 ۔ کتاب العین، 2:403

8 ۔ صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، (کراچی، مکتبۃ الاحسان، م2021ء)، 1:14

9 ۔ سورۃ البقرۃ2:10

10 ۔ صابونی، محمد علی، صفوۃ التفاسیر، (کراچی، مکتبۃ الاحسان، م2021ء)1:33

11 ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ترقیم: فواد عبدالباقی، 3518

12 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:75

13 ۔ عمادی، محمد بن محمد، تفسیر ابی السعود، (بیروت، لبنان، دار الاحیاء والتراث العربی، ط-ن)1:120

14 ۔ آلوسی، بغدادی، شہاب الدین محمود، روح المعانی فی تفسیر القران العظیم والسبع المثانی، م1270ھ، (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1994ء)1:298-299

15 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:78

16 ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، ترقیم فواد عبدالباقی: 3169

17 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:104

18 ۔ صفوۃ التفاسیر، 1:77

19 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:143

20 ۔ تفسیر طبری، 1:413

21 ۔ الجامع الصحیح البخاری، 4487، ترقیم

22 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:146

23 ۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن (ناشر عالم الکتب)2:163

24 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:168

25 ۔ تفسیر ابن کثیر، 2:145

26 ۔ سورۃ آل عمران، 3:64

27 ۔ صفوۃ التفاسیر، 1:191-192

28 ۔ سورۃ آل عمران، 3:152

29 ۔ صحیح بخاری، ترقیم فؤاد عبدالباقی: 2805

30 ۔ سورۃ آل عمران، 3:190

31 ۔ تمیمی، ابو حاتم، محمد بن حبان م255ھ، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، (بیروت، موئسۃ الرسالۃ، 1988ء)، 2:387-386

32۔ سورۃالنساء،41:4

33۔ الجامع الصحیح البخاری، ترقیم فواد عبدالباقی:5055

34۔ سورۃ یونس،16:10

35۔ تفسیر ابن کثیر،344:7

36۔ جامع ترمذی، ترقیم احمد شاکر:2485

37۔ سورۃالنحل،90:16

38۔ تفسیر ابن کثیر،345:8

39۔ سورۃالاحزاب،59:33

40۔ الشعراء،214:26

41۔ صفوۃالتفاسیر،497:2

42۔ سورۃالحشر،9:59

43۔ الجامع الصحیح البخاری، تعقیم فواد عبدالباقی:3798

44۔ سورۃا لتکاثر،8:102

45۔ صحیح مسلم، ترقیم فواد عبدالباقی:2038

46۔ معارف القرآن،810:8۔

Bibliography in Roman

1. Al-Rūmī, Fahd Ibn ʿAbd al-Raḥmān. *Ittijāhāt al-Tafsīr fī al-Qarn al-Rābiʿ ʿAshar*. Beirut, Lebanon: Muʾassasat al-Risālah, 1997.
2. Al-Dimashqī, Al-ʿAlī, Muḥammad Ibn Ayyūb Yaḥyā. *Al-Taḥrīr al-Yasīr*. (n.p., n.d.).
3. Shabakat Shām. "Akhbār Sūriyah." March 19, 2021.
4. Al-ʿAyn, 2:403.
5. Ṣābūnī, Muḥammad ʿAlī. *Ṣafwat al-Tafāsīr*. Karachi: Maktabat al-Iḥsān, 2021.
6. Qur'an. Al-Baqarah 2:10.
7. Ṣābūnī, Muḥammad ʿAlī. *Ṣafwat al-Tafāsīr*. Karachi: Maktabat al-Iḥsān, 2021.
8. Bukhārī, Muḥammad Ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Edited by Fawād ʿAbd al-Bāqī.
9. Qur'an. Al-Baqarah 2:75.

10. ʿImādī, Muḥammad Ibn Muḥammad. *Tafsīr Abī al-Suʿūd*. Beirut, Lebanon: Dār al-Iḥyāʾ wa al-Turāth al-ʿArabī.
11. Ālūsī, Baghdādī, Shahāb al-Dīn Maḥmūd. *Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm wa al-Sabʿ al-Mathānī*. Beirut, Lebanon: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1994.
12. Qur'an. Al-Baqarah 2:78.
13. Bukhārī, Muḥammad Ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Edited by Fawād ʿAbd al-Bāqī.
14. Qur'an. Al-Baqarah 2:104.
15. Ṣafwat al-Tafāsīr, 1:77.
16. Qur'an. Al-Baqarah 2:143.
17. Tafsīr al-Ṭabarī, 1:413.
18. Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, 4487.
19. Qur'an. Al-Baqarah 2:146.
20. Al-Qurṭubī, Muḥammad Ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān*. Nāshir: ʿĀlam al-Kutub.
21. Qur'an. Al-Baqarah 2:168.
22. Tafsīr Ibn Kathīr, 2:145.
23. Qur'an. Āl ʿImrān 3:64.
24. Ṣafwat al-Tafāsīr, 1:191–192.
25. Qur'an. Āl ʿImrān 3:152.
26. Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 2805.
27. Qur'an. Āl ʿImrān 3:190.
28. Tamīmī, Abū Ḥātim Muḥammad Ibn Ḥibbān. *Ṣaḥīḥ Ibn Ḥibbān*. Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1988.
29. Qur'an. An-Nisāʾ 4:41.
30. Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 5055.
31. Qur'an. Yūnus 10:16.
32. Tafsīr Ibn Kathīr, 7:344.
33. Jāmiʿ al-Tirmidhī. Edited by Aḥmad Shākir, 2485.

34. Qur'an. An-Naḥl 16:90.

35. Tafsīr Ibn Kathīr, 8:345.

36. Qur'an. Al-Aḥzāb 33:59.

37. Ash-Shuʿarāʾ 26:214.

38. Ṣafwat al-Tafāsīr, 2:497.

39. Qur'an. Al-Ḥashr 59:9.

40. Bukhārī, *Al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, 3798.

41. Qur'an. At-Takāthur 102:8.

42. Muslim, Ṣaḥīḥ. Edited by Fawād ʿAbd al-Bāqī, 2038.

43. *Maʿārif al-Qurʾān*, 8:810.